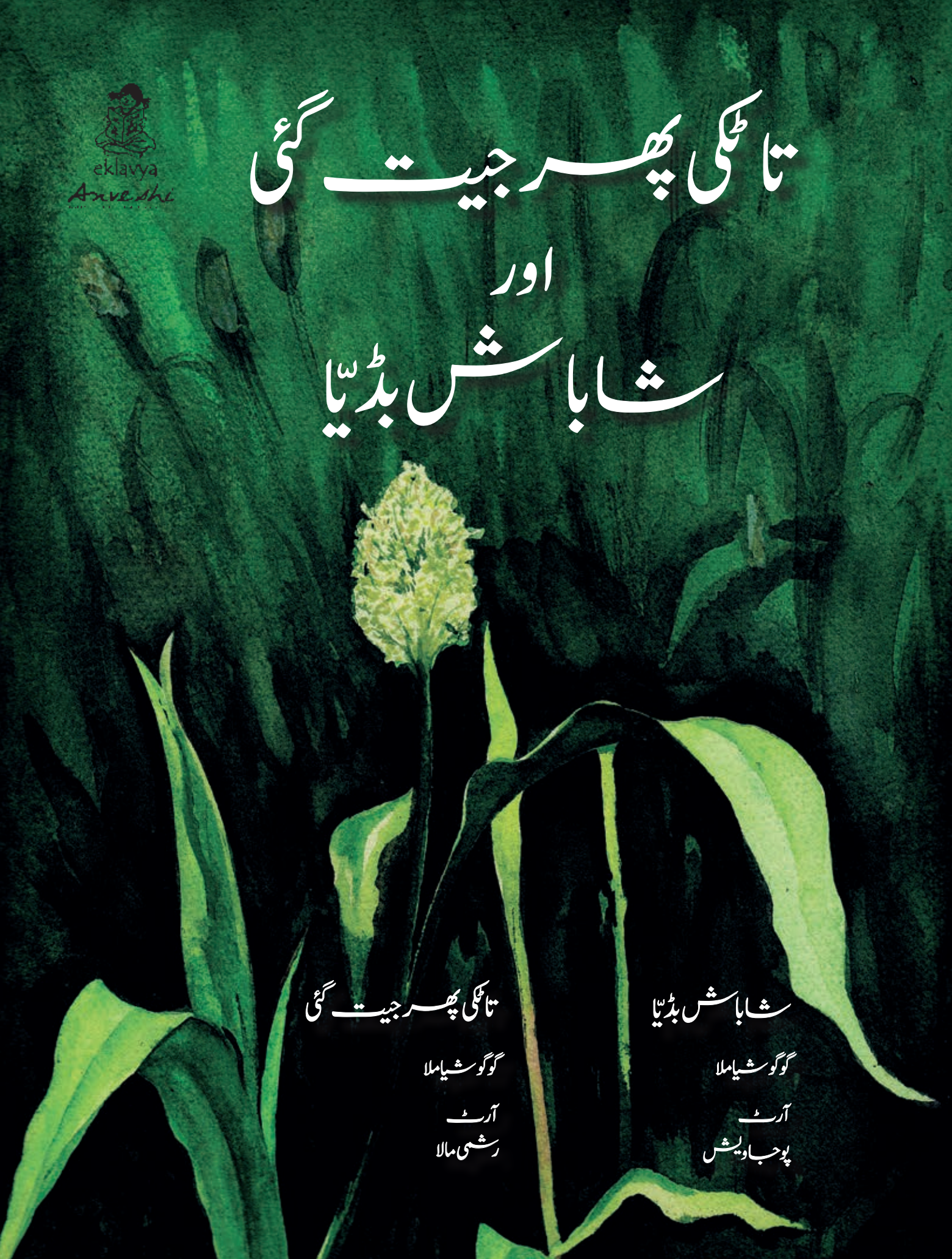
eklavya
Anveshi
تاٹکی پھر جیت گئی
اور
شاباش بڈّیا
شاباش بڈّیا
گوگو شیاملا
آرٹ
پوجا ویش
تاٹکی پھر جیت گئی
گوگو شیاملا
آرٹ
رشمی مالا

شاباش بڈّیا

گوگو شیاملا

آرٹ

پوجا ویش

ترجمہ

کنیز فاطمہ

تاٹکی پھر جیت گئی

گوگو شیاملا

آرٹ

رشمی مالا

ترجمہ

کنیز فاطمہ

سیریز ایڈیٹر

دیپتا آچار

اُردو ایڈیٹرز

اسماء رشید اور ایم. اے. معید

eklavya

Anveshi

شاباش بڈّیا

گوگو شیاملا

آرٹ
پوجا ویش

ترجمہ
کنیز فاطمہ

سیریز ایڈیٹر
دیپتا آچار

اُردو ایڈیٹرز
اسماء رشید اور ایم. اے. معید

eklavya
Anveshi

مادیگا بستی ٹنگ ٹنگ ...کی آواز سے گونج اُٹھی۔ گرمی اپنی پوری شباب پر ہے، ایسے میں کھیتی میں مزدوری کا کام ملنا مشکل ہے۔ ہر گھر سے روزآنہ دو تین لوگ جنگل جا کر تنگیڈو کی لکڑیاں توڑ لاتے ہیں جس سے گھروں میں بیٹھ کر چمڑے کو صاف کرنے کا کام کرتے ہیں۔ بستی کے چالیس گھروں میں یہی کام چلتا رہتاہے۔گھر کے بڑے افراد کام کرتے ہیں اور بچّے آنگن میں کھیلتے رہتے ہیں۔ رات کے ساڑھے تین بجے ہیں۔ ابھی مرغے نے بانگ نہیں دی ہے۔ ینکیّا اوریلّمّاں دونوں تنگیڈو کی لکڑیاں لانے جنگل گئے ہیں۔تنگیڈوکی لکڑیوں کی گٹھڑی لادے ہوئے دوپہر کے وقت واپس گھر پہنچے۔ سر پر رکھی گٹھڑی نیچے رکھ کر چھاؤں میں بیٹھ گئے۔ پھرہاتھ پیر دھو کر تھوڑی تھوڑی پیچ پی لی اور چبوترے پر تھوڑا آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔

''اب کھانا کھالو بابا،'' کہتے ہوئے اُن کی بڑی بیٹی سمکّاچاول اور املی کا کچّاکھٹّا دونوں کے لئے لے آئی۔

''بہنیں اور بھائی کہاں ہیں بیٹا،'' یلّمّاں نے پوچھا۔ ینکیّاکھانے پرسے اُٹھ کر باہر آیا اور پُکارا،''او رے بڈیّا۔'' ایک آواز پر جواب نہیں آیا۔ دوسری بار جب پُکارا توبڈیّا ''آرہاہوں'' کہتا ہوا تیزی سے بھاگ کر آیا۔ اُس کی سانس پھول رہی تھی اور وہ اپنی ہڈّی گاڑی تھامے ہوئے تھا۔

نہ صرف اپنے گھر والوں کے لئے بلکہ پوری مادیگابستی میں بڈیّا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔یہ اس لیے کہ ...

بڈیّا کا صرف یہ ایک ہی نام نہیں ہے۔ اُس کی ماں نے ایک نام رکھا، اُس کے بابانے دوسرا۔ پوری بستی میں صرف یہ اکیلا ہی'بڈی' یعنی اسکول جاتا ہے،اسی لئے اس کا نام بڈیّا پڑا۔

ماں نے اُس کا نام میسیّا رکھا۔ میسیّا ماں کا بڑا بھائی تھا جو تور کے کھیت میں سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تھا۔ ماں اُس کو بہت چاہتی تھی۔ اپنے بھائی کی یاد میں اُس نے اپنے بیٹے کانام میسیّا رکھ دیا۔

بڈّیا سات بچوّں میں سب سے چھوٹا تھا اور موتی کی طرح پیارا۔اسی لیے اُس کے بابا اُس کو متّیا بلاتے تھے۔ چاچا، چاچی اور سارے بستی والے اُس کو بڈّیا ہی کہہ کر پُکارتے تھے۔

کِھلونے بنانے میں بڈیّا کا دماغ بہت تیز ہے۔ جب مردہ جانور کو گاؤں کے باہر لے جانے کی باری بابا کی ہوتی تو مرے ہوئے بچھڑے کو کھینچ کرلے جانے، کھال نکالنے، ڈھیرمیں ڈالنے تک وہ اُن کے ساتھ رہتا۔

کافی اِنتظار کے بعد... وہ بچھڑے کی کھوپڑی لے آتا اورپھر اُس کی گاڑی بناتا۔پہلے کھوپڑی کو اچھی طرح دھوپ میں سکھاتا تھا۔ اُسے الٹا کرکے بیچ میں سے چھوٹا ٹکڑا نکال کر، ایک لمبی رسّی دونوں کانوں کے سوراخ میں پیروتا۔گاڑی کو لگے رسّی کے دونوں سروں کو دو بچّے، بیل کی طرح جھک کر گاڑی کو کھینچتے اور کھاد بھر کر کھیت کو لے جانے کا کھیل کھیلتے ہیں ۔اس طرح گاڑی بنا کر کھینچنے میں مزہ تھا۔

اسکول میں اُستاد اُسے کلاس میں سب سے پیچھے فرش پر بٹھاتے تھے تاکہ بڈیّاکی وجہ سے ناپاکی نہ ہو جائے۔ پھر بھی اُستاد جو پڑھاتے تھے سب کچھ بڈیّا بڑی دلچسپی سے سُنتاتھا۔ جو بھی ہوم ورک دیا جاتا وہ سب یاد کر کے دوسرے دن جھٹ پٹ سُنادیتا تھا۔ لیکن مادیگا ہونے کی وجہ سے بڈیّاکی جگہ پیچھے سے کبھی آگے نہیں ہوئی۔

جب بابانے آواز دی تو بڈیّاکے ساتھ ساتھ اُس کے دو بڑے بھائی اور دو بڑی بہنیں بھی بھاگ کر آگئے۔ سب نے مِل کر کچھ چاول اور کچّا کھٹّا کھایا اورپھر کام میں مصروف ہوگئے۔ چمڑا، آرا، دھاگا، موٹی سوئی، چمڑا کاٹنے والی چھری، تھوڑا سا پانی، یہ سب لے کر ینکیّاچپل سینے کی دکان پر چلا گیا۔ یلّماں تنگیڈو کی لکڑی کے ڈھیر کو پھیلا نے، سکھانے، پھر اُسے کوٹ کر اُس کی کھال نکالنے میں مصروف ہوگئی اور بڈیّا اپنی ہڈی گاڑی لے کر بچّوں کے ساتھ ’ کھا دکی گاڑی‘ کا کھیل کھیلنے باہر چلا گیا۔

بچّوں نے اپنے گھروں کے آس پاس کی گلیوں میں چھوٹے چھوٹے گڑھے کھودے۔ شام ہوتے ہی گاؤں کے باہرجاکر جانوروں کا گوبر لاکر اُس گڑھے میں ڈالتے گئے۔ اُن بچّوں کی مائیں صبح صبح اُن گڑھوں سے کچّا گوبر، گوبر کی ٹوکری میں بھر کر اپنے گھروں کے آنگن میں پانی میں ملاکر چھڑکتیں۔’’ گڑھوں میں سے ہمارا گوبر کون چوری کر رہا ہے؟‘‘ سارے بچّے یہ سوچ رہے تھے۔ اُنھوں نے نظر رکھی اور چوروں کو ڈھونڈ نکالا۔اپنی ماں سے لڑنے تیار ہو گئے لیکن جب اُن کی ماؤں نے کہا کہ اُن کے باباسے شکایت کریں گے تو بچّے خاموش ہو گئے۔

بڈّیا گوبر کو گڑھوں سے نکال کر کھیتوں میں لے گیا۔ بچّوں کو لگا گوبر بڑے کھیت میں زیادہ کارآمد رہے گا۔ پھر اُنھوں نے ایک چھوٹا کھیت تیار کیا۔گاؤ ں کے باہر لوگوں کے چلنے کی وجہ سے جو راستہ سخت بن گیا تھا، اُسی کے بازو تھوڑی سی جگہ میں بچّوں نے چھوٹے سبّل سے کھدائی کرکے کھیت اور اُس کی باڑھ بنالی۔ اپنے اپنے گھروں میں جو اناج کے بیج چھپا کر رکھے تھے اُسے لے جا کر اُس زمین میں بو دیئے۔ مگر کیا فائدہ، جنگل سے گاؤں کوآنے جانے والے لوگ اور مویشی کے چلنے پھرنے کی وجہ سے وہ کھیت پھرسے روندا گیا۔

"ایّو... بچّوں کی محنت سے جوتا ہوا کھیت خراب ہو گیا،" لوگ افسوس کرتے ہوئے بولے۔"بچّو! تم لوگ اتنی محنت سے کھدائی کرکے، پانی سینچ کے، کھاد ڈال کر بیج بوئے ہو۔ اتنی محنت ضائع کرنے کے بجائے یہ کھیت کوئی اچھی جگہ ڈھونڈ کربنا ڈالو۔"

بڈّیا اور دوسرے بچّوں کو یہ ترکیب اچھی لگی۔ وہ جگہ ڈھونڈنے لگے۔ پینے کے پانی کی باؤلی کے قریب تھوڑی جگہ نظر آئی اور پھراُس جگہ بچّے کھیتی کا نیاکھیل کھیلنے لگے۔

اُس دن گھر میں چولہا جلانے کی لکڑی ختم ہوگئی۔ رات کو کھانا پکانے کے لئے ایک بھی لکڑی نہیں تھی۔ ''لکڑی چُن کر لائیں گے، چل نا بڈیّا۔'' یلّماں نے بیٹے سے کہا اور وہ فوراً تیار ہوگیا۔ ''شام ڈھل رہی ہے اور اندھیرا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ وہ لکڑی لانے کے لئے اب گئے تو واپس کب آئیں گے؟ اندھیرا ہو گیا تو کیا کریں گے؟ ویسے بھی ماں کو رات میں دکھائی نہیں دیتا۔ تھوڑا اندھیرا ہوتے ہی ایک کونے میں جا بیٹھتی ہے، کچھ بھی کام کرنا ہو تو مجھے ہی آواز دیتی ہے۔ ایسے میں لکڑی لانے کے لئے کیسے جا سکتے ہیں؟'' بڈیّا یہ سب سوچ رہا تھا۔ '' لیکن اگر رات کو پکانے کے لئے لکڑی ہی نہ ہو تو کھانا کیسے پکے گا؟ جانا ہی پڑیگا۔ خیر ...میں ہوں نا،جلدی جا کر جو بھی لکڑیاں ملیں گی، لے آئیں گے۔'' پھر ماں کو آواز دی، ''اماں چلو لکڑیاں لانے کے لئے۔''

رسّی ہاتھ میں لے کر ماں بیٹا دونوں چل دیئے۔

گاؤں سے تھوڑی دوری پر تور کا پرانہ کھیت ہے۔ دونوں وہاں سے لکڑیاں چُننے لگے۔ تبھی کھیت کے بازو والے راستے سے زمیندار رام ریڈی چھتری لے کر جاتے ہوئے دکھائی دیا۔ یلّمّاں نے فوراً اپنے پیر کی چپّل نکال کر بازو پھینک دی اور جھک کر لکڑیاں چُننے لگی۔ اُس کھیت میں ہر قدم پر کانٹوں بھری جھاڑیاں تھیں جو یلّمّاں کے ننگے پیروں کو چُبھنے لگیں۔ یہ کیا کم تھا کہ اچانک ایک لمبا سا کانٹا اُس کے پیر میں دھنس گیا۔ خون تیزی سے بہنے لگا۔ اپنے درد کو دبا کراُس نے بڈّیا کو پُکارا۔ ''مرگئی رے بڈّیا۔'' وہ کرّہ اُٹھی ۔

بڈّیا بھاگ کر آیا اور پاؤں میں دھنسا کانٹا کھینچ کر نکالا۔ ہاتھ سے دباکر تھوڑا خون بہنے دیا اورپھر کھیت کے کنارے سے 'نلّالم' کے کچھ پتّے ہتھیلی پر مسل کر زخم پہ لگایا۔ پھر پتّوں کی کٹوری بناکر، اُس میں پانی لا کرماں کو پلایا۔

''امّاں، تھوڑا اندھیرا ہو گیا۔ تم اِدھر ہی بیٹھو۔میں تھوڑی اور لکڑی چُن لیتا ہوں اور پھر واپس جائیں گے۔'' بڈّیاکے پیرمیں چمڑے کی چپّل ہے۔جب وہ کھیت میں بھاگ بھاگ کر لکڑیاں چُنتا ہے تو کانٹے اُس کی چپّل کے نیچے کُچلے جاتے ہیں۔ چُنے ہوئے لکڑیوں کو ایک جگہ جمع کررسّی سے کھینچ کرباندھ دیا۔ لکڑیوں کا گٹھّا اُٹھانے سے پہلے اپنی امّاں کو اُٹھا کر کھڑا کیا اور اُن کی چپّل ڈھونڈنے لگا۔ تھوڑی دوری پرایک کتّا چپّلوں کو کاٹ رہا تھا۔ چپّل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے۔چپّل وہیں چھوڑ کر ماں بیٹا گھر کی طرف نکل پڑے۔

لنگڑتے ہوئے آہستہ چلتی یلمّاں کوسنے لگی، ''پیر سے چپل اُتارنے کی دیر تھی کہ کانٹا چبھ گیا۔ لکڑیاں چننے کی جگہ زمیندار موت کے بھگوان یمراج کی طرح آپہنچا ۔ میری جان کو یہ ایک ہی کمی تھی ۔ کھانے کے لئے اُس کُتّے کو میری ہی چپّل ملی تھی۔ پہننے کے لئے اب چپّل ہی نہیں رہی۔ اُس کُتّے کی زندگی میری زندگی سے بہتر ہے ،نیں رے بڈّیا۔'' وہ افسوس کرتی رہی ۔'' ہم مادیگا ذات کے ہیں اس لئے ہمارا کام چپّل بنانا ہے۔ تیرے بابا گاؤں کے سارے چھوٹے بڑے سبھی ذات والوں کے لئے چپّل بناتے ہیں۔ کیچڑ، کنکر، پتھر، کانٹے، ٹہنیاں، کیڑے مکھوڑے ان سب سے ہماری بنائی ہوئی چپّل ہی حفاظت کرتی ہے ۔جب وہ چاند پر جائیں گے تب بھی ہمارے بنائے چپّل ہی پہنیں گے ، کیوں بڈّیا؟ میں اُسی ذات میں پیدا ہوئی ہوں جو سب کے پیروں کی حفاظت کرنے والی چپلیں بناتے ہیں لیکن میرے ہی پیر ننگے ہیں۔'' پھر کچھ رُک کر بولی ''بڈّیا میں تھوڑی دیر بیٹھ جاتی ہوں۔'' '' ٹھیک ہے'' کہہ کر بیٹھنے میں بڈّیا نے امّاں کی مدد کی۔

امّاں کی باتیں بڈّیا کے کانوں میں گونجنے لگیں اور اُس کا دل تڑپ اُٹھا ۔''چپّل ہو بھی تو زمیندار کے سامنے پہن نہیں سکتے۔ اسی لئے امّاں کے پیر میں کانٹا چبھ گیا۔ ''بے چاری امّاں! لکڑی لانے کے لئے گھر سے تیز تیز چلنے والی اب چل نہیں پارہی ہے۔''بڈّیا کو اندر ہی اندر کوفت ہو رہی تھی۔ ''زمیندار آئے تو آنے دو! چپّل کیوں نکال دیئے تم نے؟'' وہ اُن پر برس پڑا۔

''بڈّیا، چپّل نہیں اُتارے تو وہ لوگ خاموش رہیں گے کیا؟ اگر میں انجان بنی رہی اورزمیندار بھی فی الحال نظر انداز کر دے مگر دل میں بات رکھ لے گا۔ کسی اور موقعہ پر غصّہ نکالے گا۔ اُن لوگوں سے جھگڑ کر ہم کیسے جی سکتے ہیں بڈّیا؟ پیر میں کانٹا چبھ جائے یا بچھو کاٹ لے، آج ایک دن درد ہوتا ہے کل ختم ہو جاتاہے۔ لیکن یہ زمیندار تو سراپا زہریلے ہو تے ہیں بڈّیا۔ وہ لوگ مرتے دم تک دل میں دُشمنی رکھتے ہیں۔ اُن لوگوں سے ٹکر لینے کے لئے ہمارے پاس طاقت اور زمین چاہئے۔ نہ ہم اُونچی ذات کے ہیں اور نہ ہی طاقت والے۔ اِن سب کے لئے اس دنیا سے ذات پات ختم ہونا ضروری ہے۔ پھر ہمارے پاس اپنی زمین بھی ہونی چاہئے۔'' یلمّاں بیٹے کو سمجھاتی رہی۔

اب اندھیرا پوری طرح چھا گیا تھا۔ شب کوری یا رات میں اندھے پن کی وجہ سے اماں کو کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ بڈیّا ایک ہاتھ سے سر پر رکھے لکڑیوں کے گٹھّے کو اور دوسرے سے اماں کو پکڑ کر چلتا ہوا سوچ رہا تھا۔ ''پل بھر کو چپّل نکالنے سے اماں کے پیر میں کانٹا چبھ گیا۔ پھرکتّا چپّل اُٹھا لے گیا۔ کل اماں کو جنگل میں تنگیڈو کی لکڑی کے لئے جانا ہے، مگر چپل کے بغیر کیسے جائے گی؟''

اچانک اُس کو ایک خیال آیا اور دل کو تھوڑا سکون ملا۔وہ گھر پہنچ گئے۔

رات کا کھانا کھا کرسب سوگئے مگر بڈیّا کا دل و دماغ اُس چمڑی پر تھا جواُس نے مٹّی کے پیپے میں بھگویا تھا۔

وہ آدھی رات کو اُٹھا اور بھگوئی ہوئی چمڑی اور باباکے تھیلے سے چپّل سینے کے اوزار نکالے۔ چپّل سینے کے لئے جتنے چمڑے کی ضرورت تھی اُتنا کاٹ لیا۔ اماں کے پیر کا ناپ لے کر تلوا، انگوٹھا کاٹا اور چپّل سی کرکیلے بھی ٹھوک دیے اور پالش کرکے اماں کے لئے چپّل تیار کردی۔ بابا کی طرح نفیس اور خوبصورت چپّل تووہ شاید نہیں بنا پایا لیکن بہرحال چپّل تو بن گئی۔ صبح جنگل کو جاتے وقت اماں یہ چپّل پہنے گی، یہ سوچتے ہوئے بڈیّا دل ہی دل میں خوش ہوا اور چپّل کو حفاظت سے چھجّے کے اُوپر رکھ کر سو گیا۔

روزانہ کی طرح صبح ہونے سے پہلے ینکیّا اُٹھا۔ ''آج صبح میں جنگل جاؤں گا۔ تمہارے پیر میں زخم ہے نا اِسی لئے تم گھر پر ہی رہو۔'' اُس نے بیوی سے کہا۔ بچّے رات ایک کے بعد ایک یلّماں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ جڑی بوٹی کے پتّے گرم کر کے پٹّی باندھتے رہے۔لیکن کمزوری باقی تھی۔'' رُکو! میں بھی آتی ہوں۔ بنا کام کیے گھر پہ کیسے رہ سکتی ہوں؟ تم میرے لیے شب کوری کی دوا کا انتظام کیوں نہیں کرتے؟'' یلّماں نے بحث کی۔

''چپّل تو بنا دوں گا لیکن ابھی کیسے ہوگا؟ کل تک بنا دوں گا۔ تمہارے رات کے اندھے پن کا علاج میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ تم میری بات سنتی کہاں ہو؟ ذرا صبر سے بچّوں کو ساتھ لےکر صبح ہوتے ہی سات گھروں سے تین ہفتوں تک بھیک مانگ کر کھانا کھاوں گی تو یہ آنکھ کا مسئلہ حل ہو جائے گا،'' ینکیّا بولا۔

''یہ بھیک مانگ کر کھانے کے خیال کو مارو گولی۔ بھیک مانگ کر کھانا کیا اچھالگتاہے؟'' یلّماں نے تیزی سے جواب دیا۔

''کیا بھیک مانگنے غیروں کے گھر جا رہے ہیں ؟اپنی ہی مادیگا بستی میں توجانا ہے۔پھرکیوں اتنا چھوٹے پن کا احساس؟'' ینکیّا سمجھانے لگا۔ ''آج تم میری چپّل پہن لو۔ کل نئی جوڑی سی کر دوں گا تمہیں۔'' ینکیّا نے اپنے پیر سے چپّل اُتاری۔

اماں بابا کی باتوں کی آواز پر بڈیّا کی آنکھ کھل گئی اور وہ باباکو چپل اپنے پیر سے اُتارتے ہوئے دیکھ کر بولا، ''بابا! اماں کے لئے بھی چپّل ہے،تم اپنی چپل کیوں دے رہے ہو؟'' چھجّے پر رکھی نئی چپّل نکال کر اماں کے پیروں کے پاس رکھ دیا۔ چپّل دیکھ کر ماں باپ حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے، ''کہاں کی ہے رے بڈیّا یہ چپّل؟''

''میں نے ہی بنایا ہے،'' بڑے فخر اور خوشی سے بڈّیانے جواب دیا۔

اُن کو اپنی آنکھوں پر بھروسہ نہیں ہو رہا تھا اور خوشی سے دونوں ایک ساتھ بول پڑے۔
''شاباش بڈّیا۔''

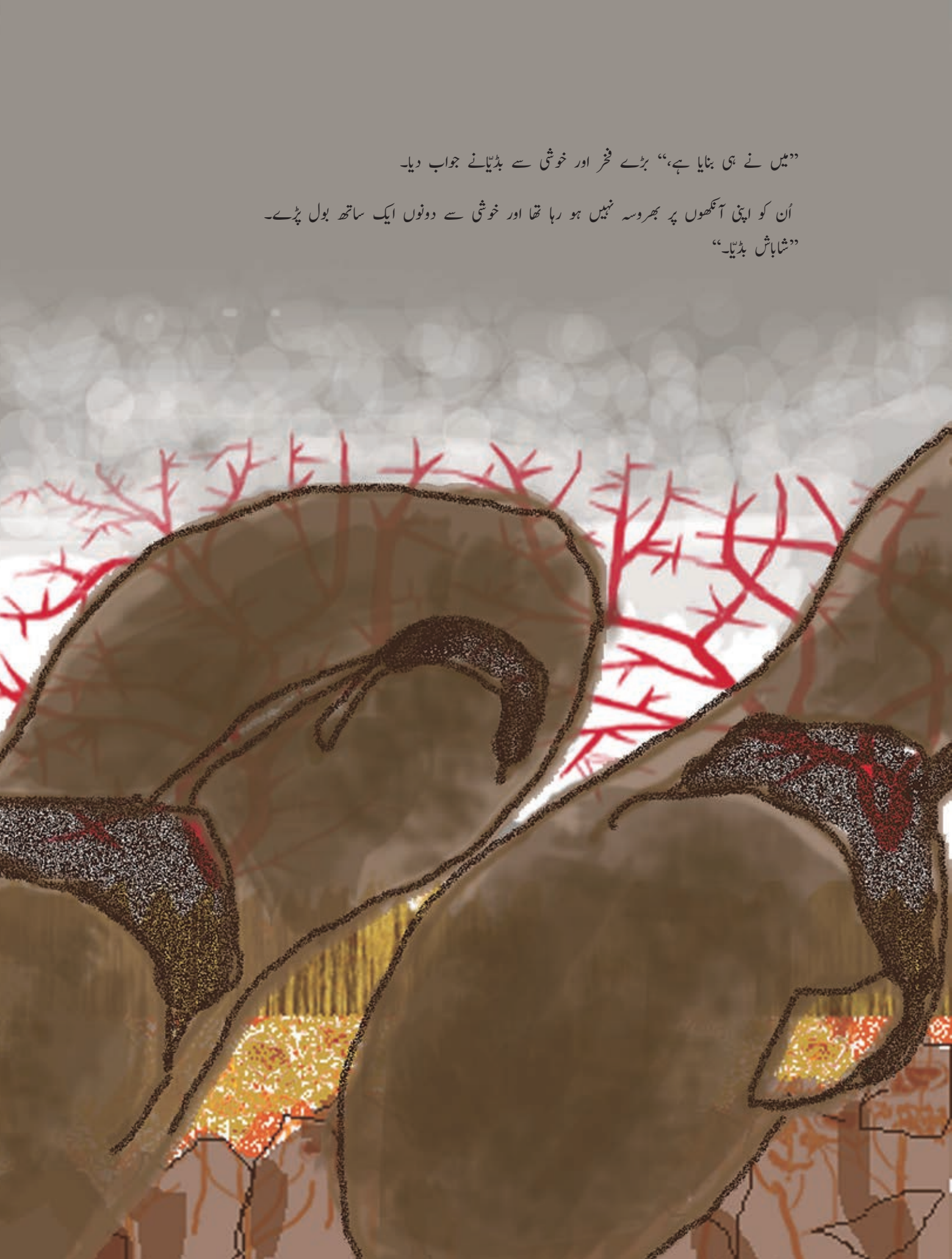

مسکراتے ہوئے بابا نے امّاں سے کہا ''تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے چپّل بنائی ہے،لو پہن لو۔''

''اور کیا ...کیوں نہیں پہنوں گی؟ تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم ہی چپّل بنا سکتے ہو؟میرا چھوٹا بیٹا متیّا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ میرا لاڈلہ اور چہیتا بیٹا ہے بڈّیا۔ کوئی بھی چیز ایک بار دیکھ لیتا ہے تو بنا لیتا ہے۔ اُس کو سکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' یلّماں تعریف کرنے لگی۔ جنگل سے واپس آنے کے بعد دن بھر یلّماں گاؤں والوں کو یہی سُناتی رہی۔
''دیکھو میرے چھوٹے بیٹے نے میرے لئے چپّل بنائی ہے ۔ میرا بچّہ صرف ایک بار دیکھتا ہے تو سیکھ لیتا ہے۔''

تاٹکی پھر جیت گئی

گوگو شیاملا

آرٹ

رشمی مالا

ترجمہ

کنیز فاطمہ

سیریز ایڈیٹر

دیپتا آچار

اُردو ایڈیٹرز

اسماء رشید اور ایم. اے. معید

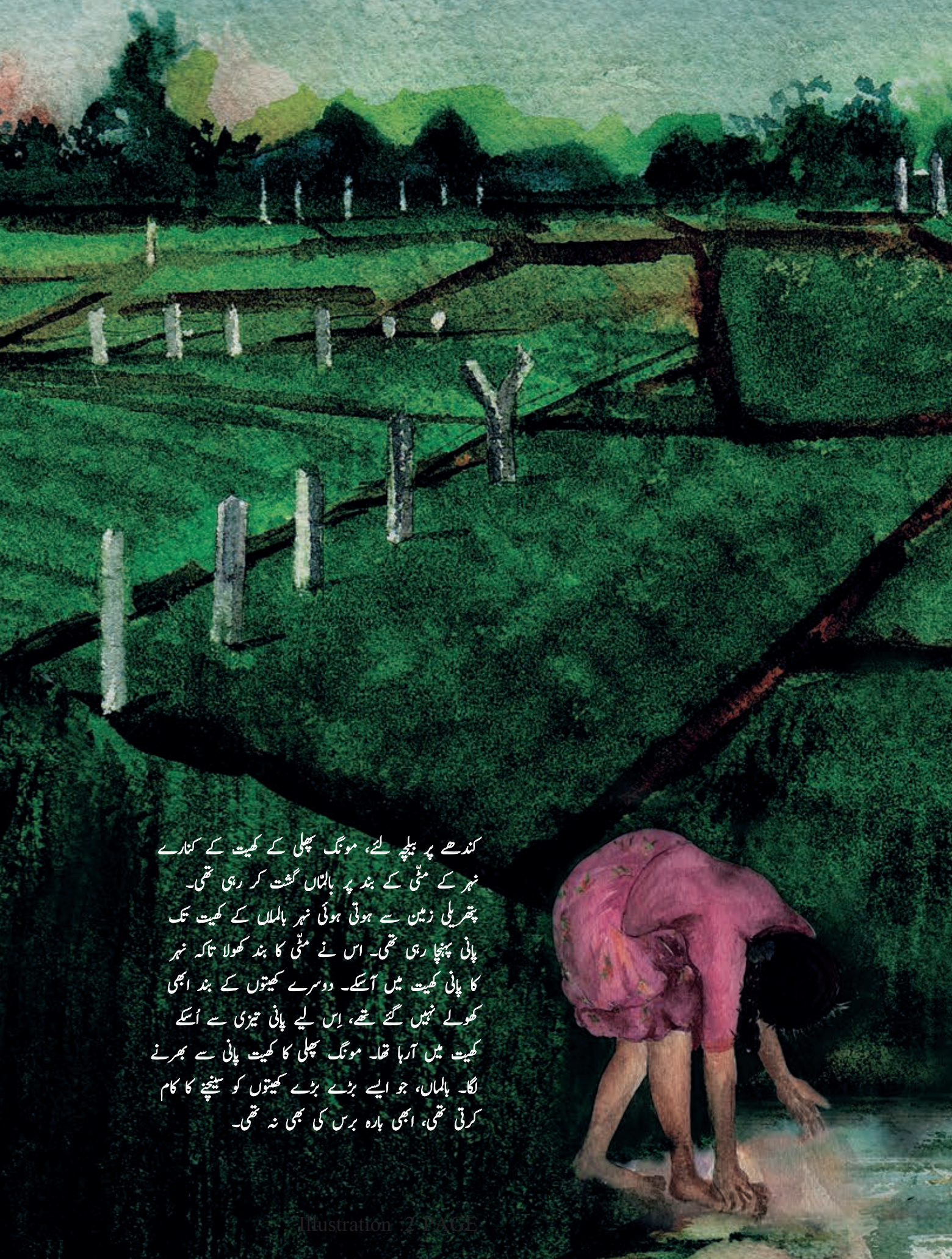

کندھے پر بیلچہ لئے، مونگ پھلی کے کھیت کے کنارے
نہر کے مٹّی کے بند پر بالماں گشت کر رہی تھی۔
پتھریلی زمین سے ہوتی ہوئی نہر بالماں کے کھیت تک
پانی پہنچا رہی تھی۔ اس نے مٹّی کا بند کھولا تاکہ نہر
کا پانی کھیت میں آسکے۔ دوسرے کھیتوں کے بند ابھی
کھولے نہیں گئے تھے، اِس لیے پانی تیزی سے اُسکے
کھیت میں آرہا تھا۔ مونگ پھلی کا کھیت پانی سے بھرنے
لگا۔ بالماں، جو ایسے بڑے بڑے کھیتوں کو سینچنے کا کام
کرتی تھی، ابھی بارہ برس کی بھی نہ تھی۔

Illustration ©PAGE

زمیندار کا بندھوا مزدور صبح سویرے اُٹھ کر جلدی جلدی بغل والے کھیت کے طرف آرہا تھا۔ تب تک، دوکیاریوں کو چھوڑکر، بالمّاں کاسارا کھیت پانی سے بھرگیا تھا۔

اُس نے بالمّاں کو کوستے ہوئے کہا، ''جِن کی طرح اندھیرے میں کب آگئی تو؟ ساری کیاریاں سینچ لی؟ وہ بچی ہوئی دو بعد میں سینچنا، اب پانی کا بہاؤ میں اپنے کھیت کے لئے موڑ رہا ہوں۔'' اُس نے بیلچہ مٹّی کے بندکو بند کرنے کے لئے نیچے رکھا ہی تھا کہ بالمّاں بجلی کی طرح لپکی اور مزدور کے بنائے ہوئے کچّے بند کو روندھ دیا۔

''چل ہٹ، بوڑھے،'' اس نے کہنی مارکرمزدورکو بند پر گرا دیا۔ ''میری ابھی دو کیاریاں باقی ہیں۔ جلد ہی وہ بھی بھر جائیں گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنے کھیت کےطرف مڑ گئی۔ ''خبر دار! تب تک پانی کے نزدیک بھی آئے۔ بعد میں پانی کا رخ موڑ لینا ۔''

اُسے تکتے اور کوستے ہوئے مزدور وہیں زمین پر پڑا رہا۔ ''یہ لڑکی کِسی کو ہاتھ پیر تک ہِلانے نہیں دیتی۔ شوہر اور گھر والوں کی کیا دیکھ بھال کریگی!'' اُسنے بیڑی سُلگائی اور وہیں گُم سُم بیٹھ گیا۔

بچی ہوئی دونوں کیاریاں سینچنے کے بعد بالمّاں نے نہر میں اپنے پیر دھوئے اور چلّا کر بولی، ''دادا! میری نہر روک لو اور پانی کا رخ زمیندار کے کھیت میں موڑ لو۔''

''بڑی رحم دل لڑکی ہو تم! ابھی کچھ دیر پہلے دھکّا دے کر گرا دیا اور اب مجھے دادا کہہ کر بلا رہی ہو۔'' مزدور نے اُٹھ کر پانی کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔ پانی زمیندار کے کھیت کی پہلی کیاری میں پہنچا۔ ابھی وہ بھرا ہی نہ تھا کہ پانی کی رفتار آدھی ہوگئی۔ بڑبڑاتے، کوستے اُس نے چٹانوں کی طرف دیکھا۔ اوپر، نہر کے دونوں کناروں پر مزدور کھیتوں میں پانی کھولنا شروع کر چکے تھے۔ اب نہر میں پانی کا بہاؤ بالکل ختم ہوگیا تھا۔

''یاخدا! اب تو میں گیا کام سے! صبح کی ٹھنڈ میں بھاگ کر آیا تھا لیکن یہ لڑکی مجھ سے پہلے پہنچ گئی۔ اب دوسرے مزدور بھی آ گئے ہیں، اپنے اپنے کھیتوں میں پانی چھوڑنے۔ اِتنے کم بہاؤ میں یہ کھیت کب بھر یں گے؟ زمیندار آگیا تو...؟'' ڈر کے مارے کانپتے ہوئے وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔

پیر دھونے کے بعد بالمّاں نے گرہ کھول کر اپنے لہنگے کو گھٹنوں کے نیچے کیا اور اُسے جھک کر صاف کیا۔ اپنے کھیت سے لگی بڑی نہر کے کنارے نیم کے پیڑ سے ایک باریک ٹہنی توڑی۔ اُس سے اپنے دانت صاف کرتے ہوئے وہ اپنے دوستوں کو ڈھونڈنے لگی۔ کچھ اپنے مویشیوں کو چرانے کے لئے نہرکے پاس والی گھاس پہ لے آئے تھے اور کچھ ابھی تالاب کے کٹّے پر چلے آرہے تھے۔ اُن کو دیکھتے ہوئے وہ سوچنے لگی کہ گلّی ڈنڈا کھیلنے کے لئے کون مناسب رہیگا اور کون گولیاں کنچے کے کھیل کے لئے۔اُس کی گولیاں کھیلنے والی دوست مرناگی ابھی تک نہیں آئی تھی۔ مگر گلّی ڈنڈا کھیلنے والے نرسڈو اور یلاڈو آچکے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خوشی سے سوچنے لگی ، ”کل جب میں نے گلّی دور تک ماری تھی، تو اُسے پکڑنے تم دونوں بھاگتے بھاگتے تھک گئے تھے۔ چلو، آج بھی ویسے ہی بھگاؤں گی!“ اُس نے جلدی سے ہاتھ منہ دھوئے، کھیت سے کچھ تازی مونگ پھلی اکھاڑ کر منہ میں ڈالی اور پانی پیا۔ پھر اپنے دوستوں سے ملنے بھاگی۔

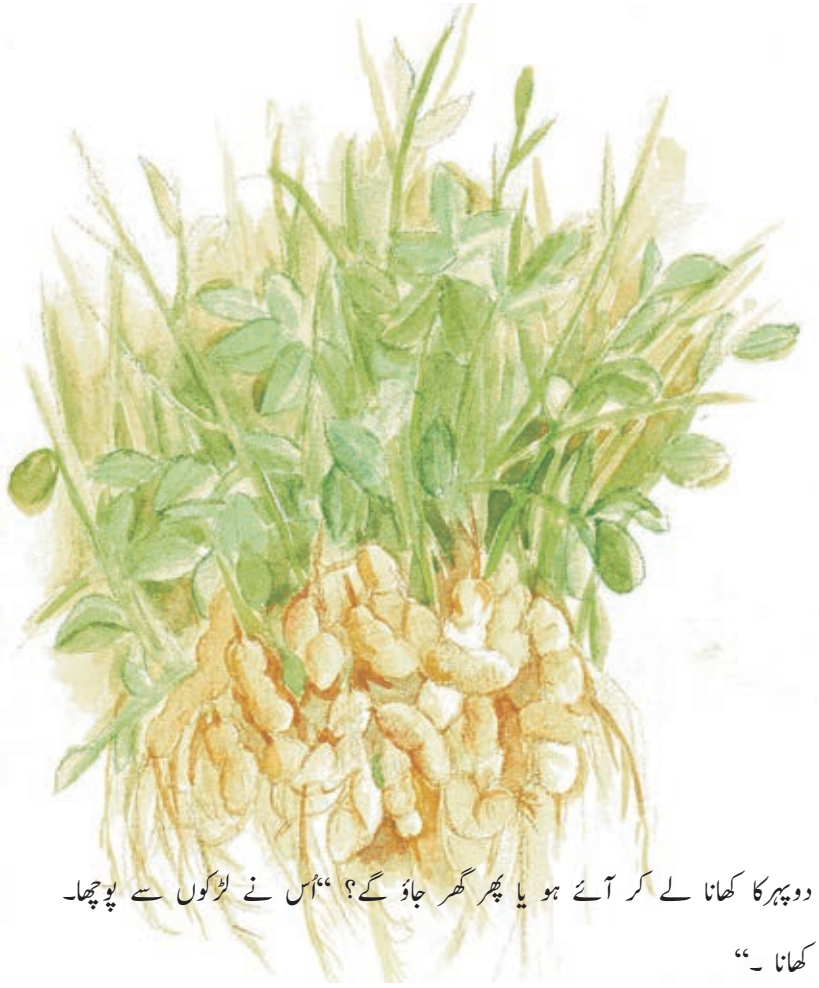

''تم دونوں اپنا دوپہر کا کھانا لے کر آئے ہو یا پھر گھر جاؤ گے؟ ''اُس نے لڑکوں سے پوچھا۔

''ہم لائے ہیں کھانا ۔''

''اچھا، تو گلّی ڈنڈا کھیلیں؟''

''کل میں گرگیا تھا اور میرے گھٹنے چھل گیے۔'' یلاّڈو نے بتایا۔

''دکھاؤ مجھے،'' بالمّاں نے کہا۔ ''زخم پر خون جم گیا ہے۔ اُسے صاف کرتے ہیں اور پھر اُس پر 'جیری پوتہ' کے پتّے کا دودھ لگائیں گے۔ پہلے تم تالاب میں اپنی ٹانگیں دھو کر آؤ۔''

یلاّڈو اپنی ٹانگیں دھوکر آیا۔ تالاب کے کنارے دلدلی زمین میں 'جیری پوتہ' کی بہت ساری جھاڑیاں تھیں۔ وہاں سے انھوں نے کچھ ملائم پتّوں کو توڑا ، جس میں سے گاڑھا پیلا دودھ نکل رہا تھا۔ بالمّاں نے اپنی انگلی سے وہ دودھ ایلاڈو کے گھٹنوں پہ لگایا اور پھر بچا ہوا دودھ اُس کے پھٹے ہونٹوں پہ لگانے کو دیا۔ دونوں لوٹ کر نرسڈو کے پاس آئے۔

''تیرے گھٹنے کا درد کیسا ہے؟'' نرسڈو نے پوچھا۔

''تھوڑا کم ہے اب۔'' یلاّڈو نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تو اِس طرف کھڑے ہوجا اور گلّی کو تالاب میں جانے سے بچا۔ میں اُس طرف کھڑے ہو کر گلّی کو پکڑتا ہوں،'' اُس نے کہا۔

جھاڑیوں میں چھپے گلّی ڈنڈے کو نکال کر بالمّاں نے اپنا لہنگا گھٹنوں کے اوپر باندھ لیا۔ زمین پر ایک گہری لکیر کھینچ کر نشانہ لیا اور گلّی مارنے کی تیاری کرنے لگی۔ زمین پر دو تین بار ڈنڈا مارا، پھر گلّی کے کونے پر مار کر اُسے ہوا میں اُڑایا اور بیچ پرواز میں اُسے دے مارا۔ گلّی زیادہ دور تک نہیں گئی مگر نرسڈو اُسے پکڑ بھی نہیں پایا۔ گلّی اُٹھا کر بالمّاں کو پھر کھیلنے دیا تو اُس نے سنبھل کر دوبارہ گلّی کو زور سے مارا ۔گلّی ہوا میں گھومتی ہوئی گھنی جھاڑیوں میں جا گری ،اس میں سے ایک خرگوش نکل کر کھلے میں بھاگنے لگا۔ یلاّڈو نے اُسے سب سے پہلے دیکھا۔

''خرگوش،خرگوش!'' وہ چلایا۔ بالمّاں نے ڈنڈا پھینکا اور تینوں لکڑیاں اُٹھائے خرگوش کے پیچھے بھاگے۔ اُس کی بدقسمتی کہ خرگوش تالاب کی طرف دوڑ پڑا۔ ''اُسے تالاب میں بھگاؤ، کہیں اور جانے مت دو۔'' بالمّاں ہدایت دینے لگی۔ انھوں نے خرگوش کو گھیر لیا، اور اُسے ڈرانے کے لئے زور سے چلانے لگے، ''ہو، ہو، ہو، لبا،لبا، لبا...'' اِسی بیچ یلاّڈو گانے لگا:

اننت گری سامی کو کھیلنا ہے
یہ خرگوش کو یہاں چھپنا ہے

خرگوش جو چٹانوں کی طرف دوڑ رہا تھا، مونگ پھلی کے کھیت کی طرف مُڑ گیا۔ وہاں بالمّاں ہاتھ میں لکڑی لئے کھڑی تھی اور وہ گانے لگی:

اننت گری سامی کو کھیلنا ہے
اور خر گوش کو یہاں پکڑنا ہے

خرگوش جدھر بھی بھاگتا، بچّے اُس کا راستہ روکتے اور چلاکر، شور مچا کر، گانا گا کر، اسکو الجھا رہے تھے۔ آخر میں وہ گھبرا کر تالاب میں کود پڑا اور تیر کر فرار ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

''اب پھنس گیا،'' بالمّاں بولی۔

''وہ تیر کر دوسرے کنارے بھاگ جائے گا،'' یلاّڈو نہیں مانا۔

''تمھیں لگتا ہے کہ اتنی دور تیرنے تک وہ زندہ رہے گا؟''

''مرگیا تو کیا فائدہ،'' نرسڈو بولا۔''پانی میں ڈوب گیا تو اُسے مچھلیاں کھاجائیں گی۔''

''بیوقوف! تالاب پار کرنے یا بیچ میں مرنے کا ہم کیوں انتظار کریں؟ ہم میں سے کسی ایک کو تیر کر اُسے پکڑنا ہوگا،'' بالمّاں نے فیصلہ سنایا۔

'' تم جاؤ گے، یلاّ؟'' نرسڈو پوچھا۔

''نہیں رے، ان زخمی گھٹنوں کے ساتھ میں نہیں تیر سکتا۔'' یلاّڈو نے افسوس سے کہا۔

''باپ رے، میں نہیں جاؤنگا! تالاب بیچ میں بہت گہرا ہے۔ بیچ میں پہنچتے پہنچتے ضرور میری سانس پھولنے لگے گی،'' نرسڈو نے انکار کیا۔

”یہ دونوں کوئی کام کے نہیں،“ بالمّاں نے سونچا۔ اپنے لہنگے کو لنگوٹ کی طرح باندھ کر وہ پانی میں کود پڑی۔ مچھلی کی طرح تیرتے ہوئے، وہ جلد ہی آسانی سے خرگوش تک پہنچ گئی اور اسے گردن سے دبوچ لیا۔ پھر واپس کنارے لوٹ آئی۔ بھیگے خرگوش کو دونوں لڑکوں نے تولیہ سے پونچھا۔

بالمّاں خرگوش کو گھر لے گئی۔ اس کی کامیابی کی خبر پورے گاؤں میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ بالمّاں کے باپ کو بھی یہ خبر بازار سے لوٹتے وقت ملی۔

وہ فوراً مڑکر سیندھی کی دکان پہنچا اور ایک بوتل سیندھی خریدلی۔ ایک طرف سے بالمّاں خرگوش لئے گھر پہنچی اور دوسری طرف سے باپ سیندھی لے آیا۔ بالمّاں کی ماں انتمّاں نے باپ بیٹی کو حیرت سے دیکھا اور پوچھنے لگی،''کیاکوئی خواب دیکھاکہ بیٹی خرگوش پکڑ کر لارہی ہے؟ ورنہ تمہیں سیندھی کی بوتل لانے کا خیال کیسے آتا؟ مجھے پتاہی نہیں تھا اور تم کو خبر ہو گئی؟ باپ بیٹی کی جوڑی بڑی خوب ہے۔'' وہ انھیں چھیڑنے لگی۔

''ہر روز اِملی کا کھٹّہ، دال کھاتے کھاتے میں تھک گیا ہوں۔ آج مزے دار خرگوش کے گوشت کا سالن پکاؤ اور ہم سب پیٹ بھر کے کھائیں گے!'' بسیّانے کہا۔

زمیندار کا بندھوا مزدور کھیت میں نہر سے آرہے قطرے قطرے پانی سے زمین کو بھیگتے ہوئے دیکھ رہاتھا۔ پھر وہی ہواجس کا اُسے ڈر تھا: مالک و ہاں آپہنچا۔

زمیندار کو دیکھ کر مزدور کے دل کی دھڑکن رُک سی گئی۔ کھیت میں پہنچ کر پٹیل پوچھا، ''کیا ہوا رے؟ تو ابھی تک یہیں ہے؟ صبح ہونے سے پہلے نہیں آیا؟ آدھے کھیت بھی نہیں بھرے ابھی تک؟''

''جلدی ہی آگیا تھا سرکار...،'' مزدور ہکلاتے ہوئے بولا۔

''پھر تجھ سے پہلے کون آیا یہاں؟ ''بند پہ کھڑے زمیندار نے پوچھا۔ اور اس کی نظرنیچے کے نم کھیت پر پڑی۔

''وہ کھیت کیسے بھرا؟ بساڈو تو گاؤں میں ہے۔ پھر اُسکے کھیت میں پانی کیسے آیا؟'' اُس نے آنکھوں کے سامنے والے منظرکو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

مزدور چُپ کھڑا رہا۔

''اچھا! تو... وہی ہے جس نے کیاریوں میں پانی سینچا... وہ تاکی۔ اب ٹھہر، دیکھ... اُس کو کیسے سیدھا کرتا ہوں،'' زمیندار بڑبڑایا۔

مزدورکے چہرے پہ پریشانی چھا گئی۔

اننتّماں صبح ساڑھے تین بجے جاگی تھی جب صبح کی پہلی کرن بھی آسمان میں نہیں نکلی تھی۔ 'پولی وائیلی' کی ٹہنی سے وہ آنگن کو تیزی سے جھاڑ رہی تھی۔ جھاڑو کی آواز پر بسیّا بھی نیند سے جاگ گیا۔ ''سنگڈو آگیا کیا؟'' اُس نے بیوی سے پوچھا۔ نیند بھری آنکھوں سے ہی چل کر اپنے گھر کے سامنے والے پیڑ سے دانت صاف کرنے کے لئے ایک باریک ٹہنی توڑی۔ دونوں بچّوں کے لئے بھی ایک ایک باریک ٹہنی توڑی ۔سنگپّا آنگن میں''باسانّو!'' آواز دیتے ہوئے آیا۔

''لوگ کام پر نِکل چُکے ہیں اور تم ابھی تک دانت صاف کرنے میں ہی لگے ہو؟'' سنگپّا نے کہا۔

''ارے، مجھے اور کچھ نہیں کرنا ہے۔ کیا کرونگا، ویسے بھی؟ چلتے چلتے دانت صاف کرتا رہوں گا اور گاجو پورم کے نالے پر منہ دھولوں گا۔'' اننتمّاں نے کھانے کا ڈبّہ تیار رکھا تھا، اُسے اپنے تولیہ میں لپیٹتے ہوئے بسیّا نکل پڑا۔ مزدوروں کا ایک بڑا قافلہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے راستے پر جارہاتھا۔

''بھائی تہوار نزدیک آرہا ہے۔ تم نے بچوں کے لئے نئے کپڑے خرید لئے؟'' سنگپّا نے پوچھا۔

''نئے کپڑوں کے بارے میں سوچنے کی ہماری کیا اوقات ؟ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔جوکچھ تھوڑا بہت راشن تھا، وہ پچھلے دس دن کھیتوں کی صفائی میں کام کرتے وقت ختم ہوگیا۔ یہ بچّے دانہ چگتی مرغیوں کی طرح ہمیشہ کھاتے رہتے ہیں۔ اب تو ہم کو سولہ سیر مکئی بیس سیر چانول خریدکر رکھنا پڑتا ہے۔ میں تو اسی کوشش میں لگا ہوں کہ تہوار کے دن نئے کپڑے نہ سہی لیکن میرے بچّے کھانے کے لئے کسی اور کے گھر میں نہ جھانکیں۔ میں چار دن کی مزدوری کرچکا ہوں، تھوڑے دن اور کام کرلوں گا تو کچھ پیسے جُٹ جائیں گے۔ میری بیوی کی مزدوری کے پیسے بھی اس میں جُڑ جائیں گے۔ کھیتوں میں پانی چھوڑ کربالمّاں خوب ساتھ دے رہی ہے۔ اگر وہ اتنی مدد نہ کرتی تو میرا صبح مزدوری کے لئے جانا مشکل ہوتا۔'' بسیّا اپنی کہانی سُناتا رہا۔ جلد ہی وہ نالے پر پہنچ گئے اوراپنے منہ دھو لئے۔

''میرے ابّا جب جا رہے تھے تو مجھے اُٹھایا کیوں نہیں؟'' بالمّاں اپنی ماں سے شکایت کرنے لگی۔ ''پڑوس کے سبھی لوگوں نے اپنے کھیتوں میں پانی چھوڑنا شروع کر دیا ہوگا۔ ہمارے کھیت کے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔''

''کھیت پر ابھی کوئی نہیں گیا، بچّی۔ ابھی تو کوئی نیندسے جاگاہی نہیں۔ تو فکرمت کر۔ ابھی تھوڑی دیر میں اندھیرا چھٹ جائے گا تو چلی جانا۔'' اننتمّاں نے سمجھایا۔

''امّو! کھیتوں میں پانی ابھی چھوڑنا ہے'' کہتے ہوئے بالماں چپل پہن کر باہر نکل گئی۔ ٹھنڈ سے بچنے کے لئے اُسنے تولیہ اپنے اوپر لپیٹ لیا اور جلدی جلدی چلنے لگی۔ راستے میں کوئی نہیں تھا۔ کچھ عورتیں اپنے آنگن جھاڑ رہیں تھیں اور کچھ گھڑے لے کر پانی لانے جا رہی تھیں۔ مرغے بانگ دینا شروع کر رہے تھے۔ کچھ مائیں اپنے بچّوں کو جگا رہی تھیں ۔''اُٹھ بیٹا، جانور چروانے لے جانا ہے۔'' یہ بچّے کسی نہ کسی زمیندار کے ہاں بندھوا مزدور بن گئے تھے۔

ان سب آوازوں کو سنتے ہوئے بالمّاں کانتھا نہر پارکر گئی جو مالا اور مادیگا بستی کو گاؤں سے الگ کرتی تھی۔ اونچے درختوں کے بیچ بیل گاڑیوں کے نشانوں پر وہ چلتی رہی۔ ابھی اجالا نہیں ہوا تھا اور اسے راستے میں کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''امّو! کتنا اندھیرا ہے ۔کاش میں نے امّاں کی بات سنی ہوتی۔خیر، مجھے کسی بات کا ڈر نہیں۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بہادر لڑکی ہوں۔ مجھے کوئی نہیں ڈرا سکتا۔اگر جِن آگئے تو؟ یہ راستہ میں جلد ہی پارکرلوں گی اور دوسری طرف پہنچ جاؤں گی۔ تب تک اُجالا بھی ہو جائے گا ۔'' بالمّاں اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے دوڑ پڑی۔

کھیت پہنچ کر اُس نے بیلچے سے اوپری بندکھولا اور پانی اُس کے کھیت میں تیزی سے بہنے لگا۔ مونگ پھلی کا کھیت جلد ہی پانی سے بھرنے لگا۔

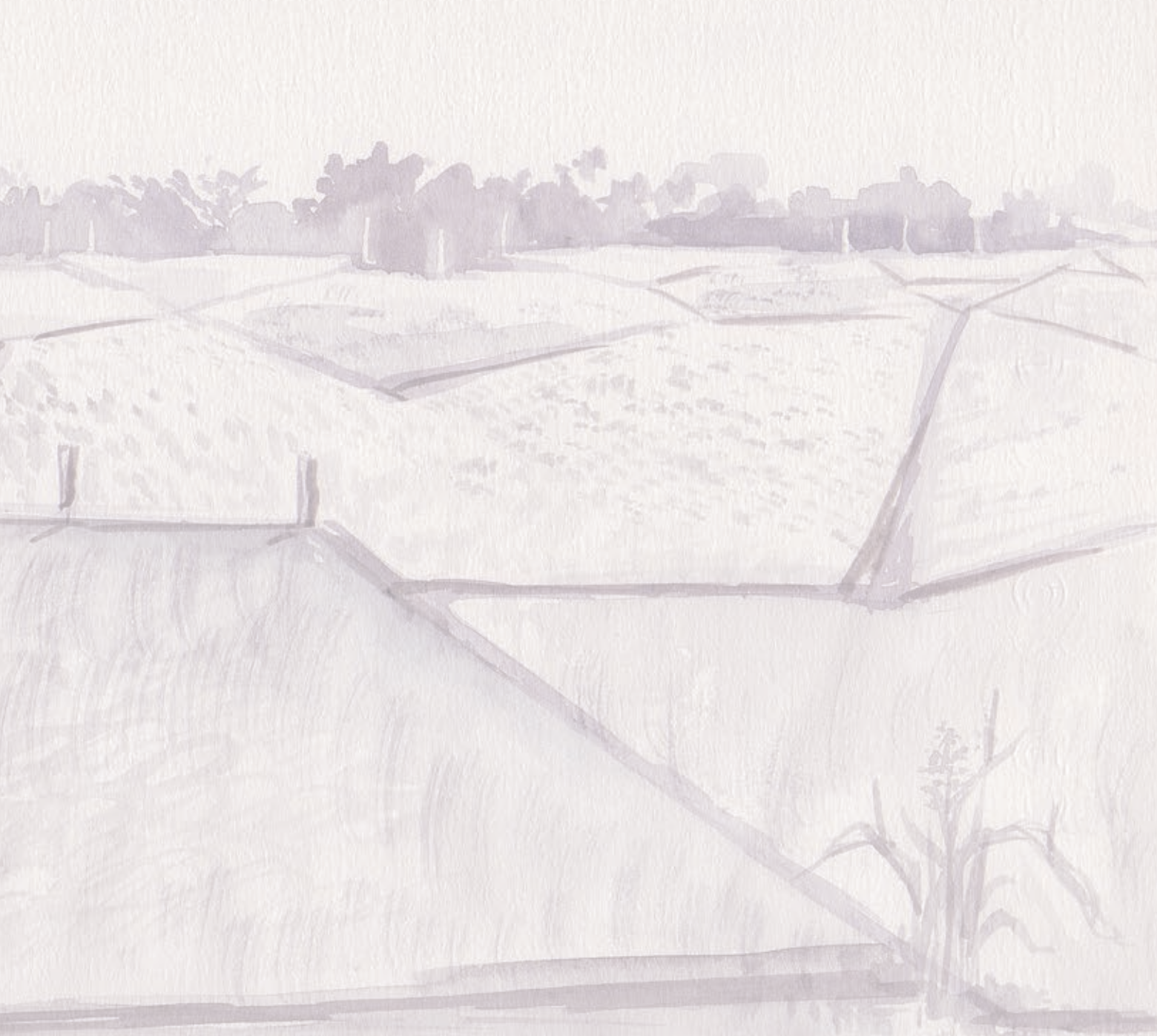

ماضی میں بسیّاکے دادا ویریّا ایک زمیندار کے ہاں بیگار مزدور یعنی بندھوا مزدور تھے۔ اُن کے بعد اُن کا بیٹا چندریّا بھی بیگاری میں شامل کرلیا گیا۔ جب سارے زمیندار 'بھودان تحریک' میں شامل ہونے لگے تو موجودہ پٹیل ترومل راؤ کے دادا وینکٹ راؤ نے اپنی زمین محفوظ رکھنے کے لئے اُسے ویریّاکے نام کرنے کی سوچی۔ ''کسی غیرکو زمین دینے کے بجائے، اپنے مزدورکو دے دیا تو زمین اپنی ہی رہے گی۔ مزدور خاک کھیتی کریگا !گھانس اُگالی تو بہت ہوگیا اُس کے لئے۔ ہل چلانے کے لئے اُسکے پاس نہ بیل ہیں اور نہ ہی کوئی اوزار ۔یہ سب ہوتے بھی تو اُس کی ہمّت کہاں ہوتی کھیتی باڑی کرنے کی۔ دِکھاوے کے لئے زمین دے دوں گا 'بھودان' کے نام پر اور پھرجب بھی میں چاہوں واپس لے لوں گا ۔اس طرح زمین محفوظ رہے گی۔'' یہ سوچکر اُس نے وہ زمین ویریّا کو دے دی۔

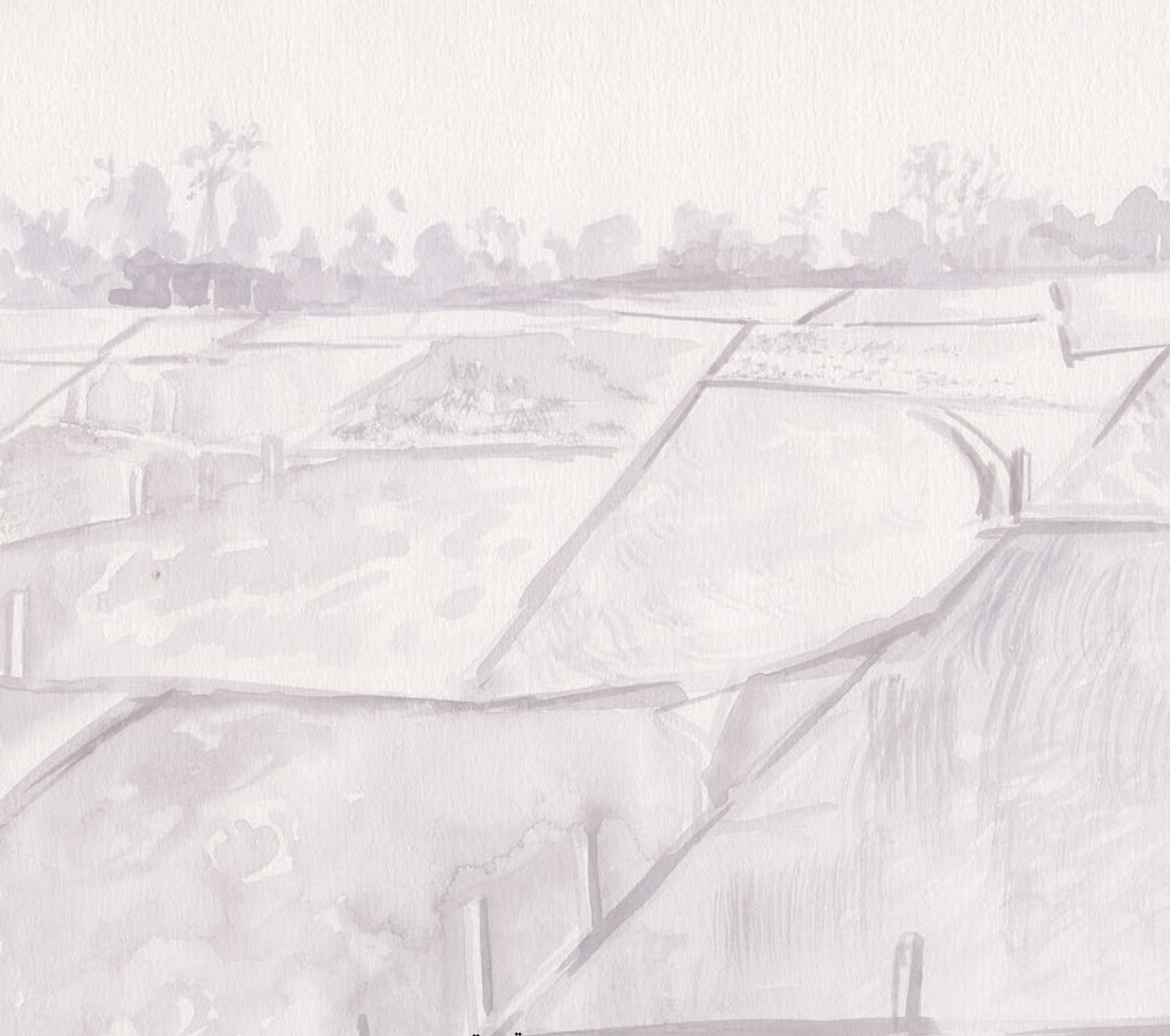

ٹھیک اُسی سال زمینی حدبندی کا قانون عمل میں آیا اور اُس کی بدقسمتی تھی کہ زمیندار کی اضافی زمین حدبندی میں ہاتھ سے نکل گئی۔ حکومت نے وہ زمین حاصل کرلی اور پھر اُسے ویریّا کے نام کردی۔

ویریّا کوتین ایکڑ زمین حدبندی میں مل گئی۔ اُس کے نام سے دستاویز بھی بن گئے۔ ویریّاکے بعد اُس کا بیٹا چندریّا اُس پر کھیتی باڑی کرتا رہا۔ اب بسیّا اُس زمین کا مالک ہے۔ وینکٹ راؤ نے یہ ساری کہانی اپنے بیٹے نارائن راؤ کوسنائی اورپھر اُس نے اپنے بیٹے تِرومل راؤ کوسنائی۔ تین نسلوں نے اُس زمین کو واپس حاصل کرنے کی ہر طرح سے بہت کوشش کی۔ مگر بیگاری کرنے والے خاندان کی تین نسلوں نے بھی کسی طرح اپنی زمین بچائے رکھی۔ اِس جنگ میں کئی بار اُنکے سر پھوٹے، ٹانگیں ٹوٹیں اور بری طرح کے حملے بھی سہنے پڑے۔ یہاں تک کہ زمین کوڑیوں کے دام خریدنے کی کوشش بھی کی گئی لیکن کچھ کام نہ آیا۔

موجودہ پٹیل تِرومل راؤ اِنہی باتوں کے بارے میں غوروفکر میں بیٹھا تھا۔ ''کیا ہوا؟ آج اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہو؟'' اس کی بیوی الاویلومنگا نے پوچھا۔ ترومل راؤ نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ تیزی سے اندر چلی گئی۔ پھر سے وہ زمین کے بارے میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کی ساری توجہ باسیّا کو کھیت میں داخل ہونے سے روکنے میں لگی تھی۔''باسڈو کو کھیت میں آنا ہی نہیں چاہئے۔ ایسا ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئیے؟ اگر بسیّا کو جان سے مار دیا جائے تو بات آسانی سے باہر آ سکتی ہے۔ اُسے ختم کئے بنا، اُسے کھیت چھوڑنے کے لئے مجبور کرنا چاہئے۔ کھیت کیا، اُس کو تو گاؤں چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہو جانا چاہئے۔ اب اِس کے لئے، میں کیا کرسکتا ہوں؟'' یہی ساری باتیں اس کے دماغ میں گھوم رہیں تھیں۔

اچانک وہ اپنی کرسی سے اُٹھا۔

اس کے دماغ میں ایک خیال آیا اور وہ اُٹھکر گھر کے باہر نکل آیا۔

اُس نے نوکرکوحکم دیا، ''تو بڑی باؤلی کے پاس والے امرود کے باغ کی حفاظت کرنے جا۔ آج مونگ پھلی کے کھیت میں پانی ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''جی اچھا سرکار،'' مزدورنے سر جُھکا کرجواب دیا۔

ماں نے جو دو روٹی باندھ کر دی تھی، بالمّاں نے وہ کھالی۔ مونگ پھلی کے کھیت میں وہ آرام سے پانی چھوڑ رہی تھی۔ جہاں جہاں زمین اونچی تھی اور پانی کے بہاؤ کو روک رہی تھی، وہاں بیلچہ مار کر وہ راستہ بنا رہی تھی۔" آج مجھے اچھی طرح کھیتوں کی سینچائی کرنی چاہئے،" بالمّاں سوچنے لگی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ نہیں کھیلا اور نہ ہی ایک لمحے کے لئے رُکی۔ کام، کام، کام...بس بالمّاں کام میں مگن تھی۔

"مسلسل کام میں لگے رہناتو میری بالمّاں کی فطرت ہے۔ میرا باپ بھی ایسا ہی تھا۔ اُسی کی فطرت پائی ہے، اُس نے۔" اُس کاباپ فخر سے کہتا۔ باپ سے اپنی تعریف سن کر بالمّاں خوش ہو جاتی۔"سورج نکلنے سے پہلے پورا کھیت سینچ کر ہی گھر جانا ہے۔ میرے ابّا شاباشی دیں گے۔" یہ سوچ کر وہ اور جوش سے کام میں لگ گئی۔

بالمّاں کی زمین کے بغل میں جوار اُگی تھی۔ ایسی اچّھی فصل تھی کہ مانو گنّے کا کھیت ہو۔ کھیت میں لمبے آدمی کھڑے ہو جائیں تو بھی نظر نہیں آتے۔ اچانک اس کھیت میں سے زمیندار باہر نکلا اور بالمّاں کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جوارکے کھیت میں اندر گھسیٹنے لگا۔ پہلے پہل تو بالمّاں کو سمجھ میں نہیں آیا کہ کون اور کیوں اُسے گھسیٹے جارہا ہے۔ جب اُس نے بغل کے مونگ پھلی کے کھیت والے زمیندار کو پہچانا تو سہم گئی۔ زمیندار تو اونچی ذات کا ہے، وہ کبھی مادیگا کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ پھر وہ کیوں اُسے کھینچ کر لے جا رہا تھا؟ وہ حیران تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"تائکی! چڑیل!! تو چھوٹی بچّی ہے، کیوں؟ کیا سوچ کر تو ایک بڑے مرد کی طرح کھیت میں پانی چھوڑ رہی ہے؟ ہمارے گھر کی لڑکیاں کھیت میں قدم نہیں رکھتیں۔ تم مالا۔ مادیگا والوں کو عورتوں اور بچّیوں کو گھر میں رکھنے کی تمیز بھی نہیں ہے۔ ٹھہر، تو چھوٹی بچّی ہے کیا، دیکھوں ذرا..." اُسے کوستے ہوئے وہ بالمّاں کے بلاؤز کے اندر ہاتھ ڈال رہا تھا۔ بارہ سالہ بالمّاں کے چھوٹے ہاتھ زمیندار کے موٹے پنجوں کو روک نہیں پا رہے تھے۔ لوہے کے کھمبے کی طرح تو زمیندارکا جسم تھا۔ بالمّاں خوف سے کانپ رہی تھی اور اسکا منہ سوکھ گیا تھا۔ اُسکو یاد آیا: مالا اور مادیگا عورتیں آپس میں کُھس پُھساکر ایک دوسرے کو زمیندار کے کرتوتوں کے بارے میں سناتیں تھیں، کیسے وہ کسی نہ کسی عورت کو دبوچتے رہتا ہے۔

اُس کی سمجھ میں آگیا،"یہ سوّر ضرور کوئی غلط کام کرنے والا ہے۔" لیکن وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ جب کچھ اور نہ سوجھا تو وہ زمین پہ گرگئی لیکن زمیندار اسے گھسیٹتا رہا۔

''اری کمبخت... اب تجھے گھسیٹنا پڑے گا مجھے؟ اُٹھ... اُٹھ کر چل۔ تو کیا سمجھتی ہے، تو اگر نیچے گرگئی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا؟ تجھے میں پیڑ کی ٹہنی کی طرح زمین پر کھینچ کر لے جاؤں گا۔'' زمیندار گرجتارہا۔

''مالک! مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہارے پیر پڑتی ہوں۔ او، آیّا، او امّاں،'' بالمّاں زور سے مدد کے لیے پُکارنے لگی۔

''تو کیا سمجھتی ہے؟ تو پکارے گی تو کوئی آئے گا؟ اگر آئے گا تو زندہ بچے گا؟ بڑی لمبی زبان ہے تیری، اتنی زور سے پکارے جا رہی ہے۔ مردوں والا طیش ہے تجھ میں جو میرے آدمی آنے سے پہلے اپنے کھیت میں پانی چھوڑنے پہنچ جاتی ہے؟'' زمیندار نے زورسےایک تھپڑ بالمّاں کے گال پر مارا اور وہ دور جاگری۔ زمیندار لپک کر پھر اُسے پکڑنے پہنچا۔ بالمّاں نے نشانہ لیا اور اپنی دونوں ٹانگوں سے ٹھیک اُس کے جانگھوں کے بیچ زور سے لات ماری۔ ''مرگیارے میں'' چیخ مارکر زمیندار پیچھے گرگیا۔ تاٹکی نے موقع دیکھا اور اُٹھ کر بھاگنے لگی۔ اُس نے پیچھے مُڑکربھی نہ دیکھا۔ ''تاٹکی! آوارہ لڑکی! پکڑو وہ بھاگے جا رہی ہے، پکڑو اُس چڑیل کو...پکڑو، پکڑو،'' زمیندار چلاتے ہوئے زمین پرنیچے ڈھیرہوگیا۔

گاؤں میں ساری مالا اور مادیگا عورتیں پلّو میں منہ چِھپاکر ہنس رہی تھیں۔ ''ہماری بالامنی کو زمیندار پکڑنا چاہ رہا تھا۔ اُس نے اُسے جانگھوں کے بیچ دے مارا۔''

تاٹکی پھر جیت گئی اور شاباش بڈیّا
TATAKI PHIR JEET GAYI AUR SHABAASH BADEYYA

تاٹکی پھر جیت گئی

اصل کہانی (تلگو): گوگو شیاملا
آرٹ : رشمی مالا
ترجمہ(تلگو سے اُردو): کنیز فاطمہ

شاباش بڈیّا

اصل کہانی (تلگو): گوگو شیاملا
آرٹ : پوجا ویش
ترجمہ(تلگو سے اُردو): کنیز فاطمہ

ڈیزائن: کنک ششی
سیریز ایڈیٹر: دیپتا آچار
اُردو ایڈیٹرز: اسماء رشید اور ایم. اے.معید
ڈفرنٹ ٹیلز ٹیم: کے.للیتا، ڈی.وسنتہ، جیاشری کلاتل، اوما بروگھوبنڈا، شکنیہ کنارلی اور سُوزی تھارو۔

Anveshi ڈفرنٹ ٹیلز : پسماندہ ثقافتوں و علاقائی زبانوں کی کہانیاں انویشی ریسرچ سینٹر فار ومنزاسٹڈیز، حیدرآباد، کی ایک پہل۔

(c) انویشی: کہانی، آرٹ اور ڈیزائن

پہلا ایڈیشن: 2025 جنوری (1000 کاپیاں)
کاغذ: 100 جی ایس ایم میٹ آرٹ اور 220 جی ایس ایم پیپر بورڈ(کور)
ISBN: 978-93-48176-31-8
قیمت: ₹ 110.00

ناشر : ایکلویا فاؤنڈیشن
جمنا لال بجاج پریسر
جنگھیڈی، بھوپال - 462026 (مدھیہ پردیش)
books@eklavya.in / www.eklavya.in

انویشی ریسرچ سینٹر فار ومنزاسٹڈیز
2-2-18/2/A
دُرگا بائی دیش مکھ کالونی، حیدرآباد - 500007 (تلنگانہ)
anveshirc@gmail.com ; www.anveshi.org.in

پرنٹر : آر.کے.سیکیوپرنٹ پرائیویٹ لمیٹڈ، بھوپال، فون نمبر: 2687589 755 91+

List of titles

Urdu

Chataai Aur Nani, Tum Roz Qat Likhna
School Ki Ankahi Kahaniyan
Tareeq Ke Saaye
Ghade Mein Chand
Tataki Phir Jeet Gayi Aur Shabaash Badeyya
Boriwala
Sire Paye Ka Saalan
Ek Ladka Do Naam Aur Shaija Ki Khalai Duniya
Maa

English

Head Curry
Moon in the Pot
Mother
The Sackclothman
Spirits from History
Tataki Wins Again & Braveheart Badeyya
Untold School Stories
The Two Named Boy & Other Stories
The Mat And Write Every Day, Ajji!

These books have also been published in Telugu, Malayalam, HIndi and Kannada.

بارہ سالہ تاٹکی اِس قدر پُرجوش ہے کہ زمیندار کے بندھوا مزدور کے پہنچنے سے پہلے اپنے کُنبے کے کھیت میں پانی چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن کیا وہ اُس طاقتور اور طیش سے بھرے مالِک کا سامنا کر سکے گی؟

—تاٹکی پھر جیت گئی

ہر کسی کو بڈّیا پہ فخر تھا کیونکہ گاؤں میں وہ اکیلا لڑکا تھا جو 'بڈّی' یعنی اسکول جاتا تھا۔ لیکن اُس کے تمام اسباق وہاں نہیں سیکھے جاتے ہیں۔

—شاباش بڈّیا

چاہے وہ الفاظ میں ہو یا تصویروں میں، موجودہ بچّوں کا ادب متوسط طبقے کے بچّوں کی زندگی و دنیا کو نمایاں کرتا ہے۔ ''ڈفرنٹ ٹیلز'' کی کہانیاں بچّوں کے ادب کے اِس محدود دائرے سے نکل کر مختلف طبقات، ذات، مذہبی ثقافتوں اور جسمانی صلاحیتوں کے جانباز بچّوں سے ہماری ملاقات کرواتی ہیں۔ یہ کہانیاں نئے نظاروں، خوشبوؤں، آوازوں، خوشیوں اور غموں سے بھری ہیں اورایک مشترک و جامعہ ہندوستان کے لیے حقیقی دین ہیں۔

— سُوزی تھارو
اِسکالر، مصنفہ اور خواتین کی تحریک کی کارکن

DIFFERENT TALES

Anvesha eklavya

Price: ₹ 110.00
9 789348 176318

''ڈفرنٹ ٹیلز'' علاقائی زبانوں سے ایسی کہانیاں پیش کرتی ہیں جن کے بارے میں بچّوں کی کتابوں میں شاذ و نادر ہی پڑھا جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سی کہانیاں مصنف کے اپنے بچپن کی تصاویر ہیں جو اکثر مختلف ثقافتی دنیا میں پرورش پانے، ساتھیوں، والدین اور دیگر بالغوں کے ساتھ نئے تعلقات تلاش کرنے کے الگ الگ طریقوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ ہمیں لذیذ پکوانوں، منفرد کھیلوں، اسکول میں غیر متوقع اسباق، خلوص اور دوستی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے دلکش سفر پر لے جاتی ہیں۔